حکومتی ادارے اور ان کی اہمیت

اس تحریر کا مقصد آج کے پر خطر اور پر فتن دور میں یا حی یا قیوم کے زندہ جاوید کلام کی روشنی میں اسی کی دی ہوئی زندگی کو اس کی بنائی ہوئی دنیا میں کامیاب بنانے کی حکمت سمجھنا اور رہنمائی حاصل کرنا ہے۔

1. ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ۔

سرکاری ترجمہ: اس کتاب (کے اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں ہے، پرہیز گاروں کو راہ دکھانے والی ہے۔ (شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس)

تشریح۔1: بغیر کسی شک وشبہ کے یہی وہ کتاب (قرآن) ہے جس کی صداقت میں کوئی شک نہیں ہے اور اس میں ہدایت (راستے) ہے صرف یقین رکھنے اور عمل کرنے والوں والوں کے لئے۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ۔ قرآن 2:3 سورۃ البقرہ، سرکاری ترجمہ: "جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے خرچ کرتے ہیں"۔ (شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس)، تشریح۔2 "جو لوگ غیب پر یقین رکھتے ہیں اور قائم کی الصلاۃ (یعنی ادارے جس میں مسجد، مدرسہ اور تجارتی منڈی جیسے ادارے شامل ہیں) اور ان سب کو جو رزق دیا گیا، اس میں سے خرچ کرتے ہیں"۔

احکام ترے حق ہیں مگر یہ اپنے مفسر۔۔تاویل قرآن کو بنا سکتے ہیں پاژند۔اقبالؒ

اے مرے عشق مرے دل کے راز آ۔ اے مری کھیتی اے مرے حاصل آ۔ یہ آدم خاکی پرانا ہو چکا ہے۔ ہماری مٹی سے نیا آدم بنا۔اقبالؒ

یہ ہے وہ نسخہ جس سے اقبالؒ نیا آدم خاکی بنانا چاہتے تھے۔ قرآن پاک ہر زمانے کے اور ہر وقت کے تقاضوں کے مطابق انسانیت کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ میری ساری توجہ قرآن کی تیسری آیت کو سمجھنے پر مرکوز ہے۔ میرا مقصد کسی صاحب علم پر تنقید کرنا اور نہ ہی اپنی علمی کا قابلیت ظاہر کرنا ہے۔ بحیثیت طالب علم میرا مقصد تفکر و تدبر کے زریعہ اس قرآن کی وسعت قلبی و علمی دولت سے آج کے دور کے تقاضوں کے مطابق تحقیق کرنا اور مستفید ہونا ہے۔ جو بات مجھے سمجھ آئی ہے آپ حضرات کے سامنے پیش کر رہا ہوں اگر درست لگے تو اختیار کر لیں نہ لگے تو اصلاح فرمادیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ انسانوں سے مخاطب ہے کہ مسلمانوں کو خیر امت کے طور چنا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن اور اپنے آخری رسول محمد ﷺ کی نسبت سے مسلمانوں کو" کنتم خیر امت "(110 / 3 آل عمران) کہہ کے انسانیت کی رہنمائی کرنے کی ذمہ داری سونپی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی درست سمت بھی طے کر دی ہے کہ کامیاب زندگی کا راز کس کام (الصلاۃ کا قیام) کو کس طرح کرنے میں پوشیدہ ہے۔

اداروں کی اہمیت: کسی بھی ریاست میں معیشت، سیاست اور اداروں کی اہمیت نہ ہوتی تو قرآن کی تیسری ہی آیت میں اللہ تعالیٰ الصلاۃ کے نظام کو اتنی ضاحت سے بیان نہ کرتا بلکہ یوں کہہ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کو انسانیت کی بھلائی سے مشروط قرار دے دیا۔ ان اداروں کو کس طرح قائم کرنا ہے ان کے قوائد وضوابط کیا ہونگے، ان کا باہمی تعلق کیسے کام کرے گا۔ اس کے لئے تین باتوں پر عمل کرنے کا حکم دیا اور اس کی طرف مسلمانوں کی توجہ چاہتا ہے ایک ایمان بالغیب، دوسری اداروں کا قیام (الصلوۃ۔ مسجد، مدرسہ اور تجارتی منڈی) اور تیسری "انا مل اعمال بنیات" اداروں کے مابین باہمی انتظامی نظام جو اخلاقی اقدار پر مبنی ہے۔ مذید ان اداروں میں سے جو اخلاق، علم اور ہنر سیکھیں ان کی مدد سے تجارتی منڈی میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے تجارت سے جو رزق ملے یا کمائیں اس میں سے خرچ کریں یعنی زکوۃ ادا کریں۔ خالی نماز کی ادائیگی سے زکوٰۃ کا نظام قائم نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہونے کی وجہ سے ہر اس پہلو کی نشاندہی کے ساتھ کس طرح عمل کرنا ہے اس کی حکمت عملی کی بھی وضاحت کرتا ہے۔ اس آیت میں ایک کامیاب زندگی بنانے کا راستہ جو میں سمجھا ہوں یہ ہے کہ "ادب" پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔ اخلاق اور اخلاص کے بغیر ایمان بالغیب سمجھنا بہت مشکل نظر آتا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہمیں "ادب" کی دوبارہ سے تعریف و تشریح کرنا ہوگی۔ ایک تو وہ ادب ہے جو ہمیں 1947 سے سکول یا مدرسوں میں پڑھایا، سکھایا جاتا رہا ہے کہ "استاد کے سامنے دو

زانوں بیٹھ کر دونوں ہاتھ باندھ کر نگاہیں نیچی رکھ کر خاموشی سے بات سنو، استاد کے سامنے بولنے کو بے ادبی گردانا جاتا ہے" یہ ادب کسی اور کا تو ہو سکتا ہے دین اسلام کا سبق نہیں۔ یہ ہے غلامی کا پہلا سبق جو ہمیں سکھایا، پڑھایا جاتا رہا ہے۔ سید قطب (فی ظلال القرآن) اور سید معروف شاہ شیرازی" قرآن کے سائے میں" فرماتے ہیں" اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو اندھے اور بہرے مشینی قوانین کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ ان قوانین فطرت کے پیچھے ایک مدبر ارادہ ہے اور ایک مطلق مشیت ہے"۔ اس ارادہ اور مشیت کو سمجھنے کے لئے حواس خمسہ کو چوکنہ رکھنا پڑے گا۔ استاد محترم سے سوال بھی پوچھنا ہونگے، مختلف موضوعات پر منطقی بحث و تکرار بھی کرنا ہوگی۔ دلیل و ثبوت سے فیصلے کرنے بھی سکھانے ہونگے استاد محترم کو۔ رب کی اس کائنات کو اندھے گونگے اور بہرے بچے نہیں چلا سکتے لہذا اب اساتذہ کرام کو قرآن کے تقاضوں کے مطابق تبدیل ہونا پڑے گا اور اگر وہ اپنی غلامانہ سوچ اور تربیت کی وجہ سے ایسا نہیں کر پاتے، تو ان کو اس عظیم منصب سے رخصت کرنا پڑے گا۔ ادب کی اس سے بڑی بے ادبی ہو ہی نہیں سکتی جب استاد کی بات اور علمی اور منطقی استدلال کی حقیقت سنی ان سنی کر دی جائے۔ ادب کی درست تعریف اگر دلوں میں رچ بس جائے تو ساری محبتیں اور حقیقتیں کھل جاتی ہیں پھر عشق کی منزلیں طے کرنا سمجھ آ جاتیں ہے۔ وہ جہاں جو ہم انسانوں کو دکھائی نہیں دیتا اس پر حق الیقین رکھنا آسان ہو جاتا ہے، وہ طاقت جو ہمیں دکھائی نہیں دیتی نظر آنا شروع ہو جاتی ہے۔ ویسے تو ہم جس جہاں (دنیا) میں آباد ہیں اس کی بے شمار چیزوں کے بارے علم نہیں رکھتے مگر یقین رکھتے ہیں۔ اور یہاں تو زرہ، زرہ اللہ تعالی کا تعارف پیش کرتا ہے، بس دیکھنے کے لئے دل کی آنکھ کا واہونا ضروری ہے۔ "بے شک اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے اوصاف نہیں بدلتا" (قرآن 11:13)۔ "اللہ کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطاء کی ہو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنے طرز عمل کو نہیں بدل دیتی"۔ (قرآن 8:53)۔ خدا نے آج تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلی، نہ ہو خیال جس کو آپ اپنی حالت کے بدلنے کا۔ اقبالؒ

2۔ اداروں کا قیام: "یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے۔ لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا" اقبالؒ: کسی بھی ملک و قوم کی تہذیب و تمدن، رہن وسہن اور امن و امان، معاشی و سیاسی ترقی کا اندازہ اس کے اداروں کی کارکردگی سے لگایا جا سکتا ہے۔ (مسجد، مدرسہ اور تجارتی منڈی)۔ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ: عربی زبان کی یہ بہت بڑی خوبی اور وسعت ہے کہ کہنے والے کے الفاظ، آواز، لہجے، مقام، جگہ، اور استعمال کی نسبت سے لفظ کے معنی ہی تبدیل ہوتے جاتے ہیں۔ اونٹ جس کے سو نام ہیں عربی میں اور سورۃ کوثر کے ہزار معنی ہیں۔ اس آیت میں الصلوۃ اجتماعی افعال کا مجموعہ اور مکمل نظام کا احاطہ خوشگوار زندگی کی نشاندہی کرتا ہے۔ جو مسجد، مدرسہ اور تجارتی منڈی پر مشتمل ہے اس آیت میں نماز ایک جز ہے الصلوۃ کے نظام کا۔ یہ تینوں ادارے ایک دوسرے سے جدا نہ ہونے والے رشتہ میں جڑے ہوئے ہیں اور یہ ادارے جز نہیں بلکہ کل کے طور پر ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ ہم ان تینوں اداروں کے باہمی ربط اور اہمیت کو سمجھ سکے نہ دوسروں کو سمجھا سکے جس کی وجہ سے امت مسلمہ معاشی بدحالی، سیاسی بے چینی و بے حسی، بدکرداری اور انتشار کا شکار ہوئی ہے۔ نماز مسجد کے ادارے کا بنیادی جز اور معاشرے کی کردار سازی کا بنیادی ستون ہے۔ اس سے جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ کہ نماز سے مطلوب و مقصود لوگوں کی کردار سازی ہے صرف اگر ادائیگی تک رہیں گے تو نہیں "رَزَقْنَٰهُمْ يُنفِقُونَ" سے رابط ختم ہو جاتا ہے جو مزاج قرآن کے خلاف ہے۔ یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ کوئی بھی عالم قرآنی علم کی نفسیات کو اس طرح نہیں سمجھ سکتا جو اس کا حق ہے یا جس تناظر میں اللہ تعالیٰ نے استعمال کیا۔ ہم سے عجلت میں سیاق و سباق سے ہٹ کر غلط ترجمہ یا ٹائپنگ یا تشریح کرنے سے قرآن کی حکمت عملی میں خلل واقع ہو گیا ہے۔ میری یہ کوشش علماء حق کی اس اہم امر پر توجہ مبذول کرانا ہے، دوبارہ اجتہاد کی دعوت فکر دینا اور نشاندہی مقصود ہے۔ "خود بدلتے نہیں، قرآں کو بدل دیتے ہیں۔ ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق"۔ اس غلطی یا غلط تشریح جس نے امت مسلمہ کی معاشی، سیاسی اور معاشرتی اجتماعی سمت ہی تبدیل کر کے رکھ دی ہے اور رواں دواں زندگی کو جامد کر دیا ہے، یعنی سمت مشرق سے مغرب کی طرف گھما دی اور کسی صاحب علم کے کان پر جوں تک نہ رینگی اس پر توجہ ہی نہ دی کہ کتنی بڑی ڈکیتی ہو گئی ہے۔ (مثال: صبر جس کے معنی ہیں بردباری، استقامت، بہادری سے ڈٹے رہنا، جبکہ اردو میں مصیبت برداشت کرنا، رونا اور افسوس کرنا کے ہیں)۔ بعد کے علماء نے معاشی و سیاسی زندگی کو کلیسا کی طرح دین سے جدا کر دیا اور قرآن و دینی تعلیمات کو صرف گناہ اور ثواب کا معاملہ قرار دے کر عام انسانوں بالخصوص مسلمانوں کی عملی پہنچ سے ہی بہت دور کر دیا۔ جنہوں نے وارث ہونے کا دعوہ کیا اس کی پیروی یا پہرہ داری اس تندہی سے نہ کر پائے جس کا قرآن متقاضی ہے۔ اب بھی وقت ہے اس پر اگر رجوع کر لیا جائے تو امت دوبارہ درست راہ پر آ سکتی ہے جس کی ہدایت و تقاضہ یہ قرآن کرتا ہے یعنی انسانیت کی بھلائی اور مسلمانوں کی رہنمائی۔ "سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا۔ لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا" اقبالؒ

پہلا ادارہ مسجد: "مسجد تو بنا ڈالی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے۔ من اپنا پرانا پاپی برسوں میں نمازی بن نہ سکا" اقبالؒ۔ دنیا میں مسجد پہلا ادارہ ہے جہاں اجتماعی اور انفرادی کردار سازی اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کی ابتداء بر وقت نماز کی ادائیگی کے ادب و آداب کی تربیت سے ہوتا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ بادشاہوں کے بادشاہ سے ملاقات کے لئے کسی ٹرانسلیٹر یا متراجم کی ضرورت نہیں اپنا مدعا بیان کرنے کے لئے اسم آعظم آپ کا اخلاق اور اخلاص ہو گا۔ بغیر کسی سفارش و رشوت کے اللہ تعالیٰ سے براہ راست ہم کلام ہو کر دھڑلے سے سجدے میں اپنے مسائل بیان کریں، فوری جواب اور حل سوائے قرآن و سنت کے کہیں اور نہیں ملے گا۔ اس ادارے سے معاشرے کی کردار سازی اور ابتدائی زندگی بنانے کی بنیاد تربیت اخلاقی اقدار کے ساتھ تحقیقی علم پر رکھی جاتی ہے۔ اس ادارے میں اجتماعی و انفرادی قیادت اور نظم وضبط کے قیام کا علم اور تربیت دی جاتی ہے۔ ہم مسلمانوں نے اس ادارے کی اہمیت، افادیت اور ضرورت کو محسوس کیا نہ وہ اہمیت دی جتنی اللہ تعالیٰ نے تاکید کی ہے۔ اس ادارے کی تنزلی کی ابتدا اس وقت ہوئی جب مسلمانوں نے قرآن کی زبان اختیار کرنے کی بجائے اپنی مقامی زبانوں کو فوقیت دینا اور اس میں ترجے کرنا شروع کر دیئے۔ اردو زبان میں یقینا وسعت قلب موجود ہے مگر علمی وسعت حاصل کرنے میں ابھی وقت لگے گا۔ دنیا میں زمانے صرف دو ہیں ماضی اور حال۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی نہیں بلکہ ادھورے کام کی یاد دیہانی کراتی ہے۔ ماضی سے سیکھ کر جو شخص اپنا حال درست کرتا ہے وہی کامیاب انسان ہوتا ہے۔(باطل ماضی کو سمجھے اور چھوڑے بغیر حال سنورتا ہے اور نہ ہی مستقبل محفوظ ہو سکتا ہے) مستقبل صرف انگریزی گرامر کے پڑھانے کے لئے ہے۔ قرآن مجید ہدایت نامہ ہے دنیا میں انسان کے حال کی زندگی کو بہتر بنانے کا۔ مسجد اخلاقی اقدار و تربیت گاہ کا کردار ادا کرتی ہے۔ انسانیت بالخصوص مسلمانوں کے لئے مرکز کشش ثقل کا درجہ رکھتی ہے۔

دوسرا ادارہ تحقیقی مدارس: کسی بھی ریاست میں مدرسہ ہی سب سے پہلا و اہم ترین ادارہ ہوتا ہے جہاں قوم کی تربیت تحقیقی علم و ہنر سیکھنے پر کی جاتی ہے اگر مدارس کی بنیاد مقامی ثقافتی اور مذہبی اقدار پر رکھی گئی ہو تو قوم کی تشکیل میں اہم ترین کردار ادا کرتا ہے۔ 21 ویں صدی ایشیاء کی اور مقابلے کی صدی ہو گی۔ جو قوم بھی تحقیقی مدارس کو اہمیت اور فوقیت دے گی وہی مقابلے کی ریس میں حصہ لے سکے گی۔ بدقسمتی سے پاکستان میں شروع ہی سے حکومتی اشرافیہ نے مدرسہ کو قومی مقاصد کی بجائے طاغوتی قوتوں کے مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کیا ہے اور دینی علم اور اسکول کو نئی تہذیب یعنی مغربی تعلیم کے لئے وقف کر دیا اور قوم کو دو طبقوں میں تقسیم کر دیا۔ اور جان بوجھ کر مدرسہ اور اسکول کے نصاب جدا رکھے جس نے ہمیں قوم بننے نہیں دیا۔ اسکولوں میں پہلے امتحان میں پاس یا فیل کی وجہ سے علمی معیار بلند تھا۔ جدید تعلیمی نظام میں نیا گریڈنگ کا نظام (میری نظر میں انسانیت کی ڈیگریڈنگ کا نظام ہے) جو کہ استحصالی نظام کا بنیادی رکن ہے کو متعارف کرا کر قوم کو تقسیم در تقسیم اور مختلف طبقوں میں بانٹ دیا۔ مثلاً اے، بی، سی، ڈی، ای اور ایف تک درجہ بندی کر کے ایسے نوجوانوں کی کھیپ تیار کرتے ہیں جو گدھے کی طرح بوجھ اٹھانے کے علاوہ کوئی اعلیٰ سوچ و فکر رکھنے کے قابل نہیں رہتے یوں پاکستانی قوم کا اثاثہ جو ساٹھ فیصد نوجوانوں پر مشتمل ہے ان کو غلاموں کی منڈی بنا دیا گیا ہے۔ مزید حکومتی اشرافیہ بیرون ممالک دولت کا جھانسہ دے کر ان نوجوانوں کو اپنے مغربی آقاوں کی غلامی میں سستے داموں بیچ کر ووٹ اور نوٹ دونوں سمیٹتے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ کسی بھی قسم کے ماتم کی بجائے اصلاح کرنے پر توجہ مرکوز کی جائے اور تحقیقی مدارس جیسے اداروں کی اہمیت کو سمجھنا اور قائم کرنا انتہائی ضروری ہو گیا ہے جس میں ایک طالب علم کو اس بھٹی میں سے گزارنا مقصود ہوتا ہے جہاں تحقیقی علم و عمل کے زریعہ خام مال کو کارآمد اور ہنرمند بنایا جاتا ہے جہاں بامقصد زندگی بنانے کے طور طریقے سکھائے جاتے ہیں۔

اس کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت چار سال سے پہلے کوئی بچہ مدرسہ میں داخل نہ کیا جائے اور گھر میں ان چار سالوں میں بچہ کے حواس خمسہ کو پروان چڑھنے دیا جائے تاکہ وہ اپنے رشتوں ناطوں کی اہمیت سے واقف ہو جائے جو اسے مستقبل کی زمہ داریاں سے نبرد آزما اور خوش اسلوبی سے انجام دینے کے قابل بنا سکے۔ جب بچہ اسکول میں داخل ہو پہلے دن سے اساتذہ اس کو تحقیقی سوچ پر لگا دیں۔ مثال کے طور پر فطرتی طور پر بچے میں چیزوں کو توڑنے اور جوڑنے کا میلان ہوتا ہے اس کے اس رجحان کو مثبت راہ پر لگانا ایک استاد ہی کا کام ہوتا ہے۔ ہر اسکول میں کم از کم ایک ماہر نفسیات استاد مقرر کرنا ضروری ہے۔ داخلے کے بعد ایک سال تک بچوں کو ایک ماہر نفسیات استاد کی سرپرستی میں بچوں کو توڑنے اور جوڑنے کے تمام مراحل سکھائے، سمجھائے اور لکھائے جائیں اور ایک سال بعد ماہر نفسیات کی سالانہ مکمل رپورٹ میں بچوں کی نفسیات و کردار، موڈ، انیشیٹو، بہادر، ڈرپوک، چابک دستی اور سست روی جیسی خصوصیات کی نشاندہی کے بعد ان کے میلان کے مطابق تعلیمی نصاب ترتیب دیا جائے۔ زندگی کے پہلے سات سالوں میں ایک

قوم کی بنیاد اور پرورش مکمل ہو جاتی ہے۔ دوسرے سات سالوں میں قومی شعور اور تمام تدریسی مراحل طے ہو جاتے ہیں اور تیسرے سات سال کے بعد ایک تربیت یافتہ باشعور قوم تیار کی جاسکتی ہے۔ (سویٹر بننے والی استانی یا استاد ایسا نہیں کرا سکتے)۔

تیسرا ادارہ تجارتی منڈی: یہ ادارہ کسی بھی قوم اور ملک کی **ریڑھ کی ہڈی** کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب کسی قوم کا **معاشی نظام کمزور** پڑ جاتا ہے تو اس کے اثرات صرف مالیات تک محدود نہیں رہتے بلکہ **اخلاقیات اور سماجی اقدار** بھی تباہی کی طرف مائل ہو جاتی ہیں۔ قرآنِ کریم کی تعلیمات صرف آخرت تک محدود نہیں بلکہ یہ ہمیں سکھاتی ہیں کہ **دنیا میں کس طرح باعزت، باوقار اور منظم معاشرتی زندگی** گزارنی ہے۔ آج ہمیں پہلے سے کہیں زیادہ قرآن کے **معاشی و سماجی پہلوؤں** پر غور و فکر کی ضرورت ہے۔

تجارت ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام اور خلفائے راشدین کا پسندیدہ ذریعہ معاش رہی ہے۔ افسوس کہ پاکستان میں سب سے کمزور اور بوسیدہ ادارہ **تجارتی منڈی** ہے، جس پر طاغوتی قوتوں نے قبضہ جما رکھا ہے۔ اس نظام کو برقرار رکھنے کے لیے انہوں نے ہماری ہی اشرافیہ کو اپنا آلہ کار بنالیا ہے۔ قرآنی نظامِ معاش کو **عملی شکل** دینے اور اس کے نتائج کو دیکھنے کے لیے **مسجد، مدرسہ اور تجارتی منڈی** کو یکجا کر کے ایک عملی تجربہ کیا گیا۔ اس تجربے سے جو نتائج سامنے آئے وہ نہایت حوصلہ افزاء، اہم اور فیصلہ کن تھے، اور پہلی مرتبہ یوں محسوس ہوا کہ **زمین پر قرآن کا معاشی ماڈل مجسم ہو کر سامنے آگیا ہے**۔ جو لوگ سمجھتے تھے کہ **سود کے بغیر تجارت ممکن نہیں**، انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ سود کے بغیر تجارت نہ صرف ممکن ہے بلکہ **سو فیصد کامیابی سے چل سکتی ہے**۔

حاصلِ نتائج:

- عوام کی بڑی تعداد **بلاسود معاشی نظام** سے لاعلم تھی۔
- جب انہیں اس نظام کا علم اور اس کے فوائد معلوم ہوئے تو انہوں نے **پُرجوش خیر مقدمی رویہ** اختیار کیا۔
- ایسے لوگ جو پہلے معاشی دوڑ میں شامل نہیں ہو سکتے تھے، وہ بھی **خوش دلی سے شریک** ہوئے۔
- بلاسود تجارت نے **مقامی تجارت** کو نئی زندگی بخشی۔
- اس نظام سے **مقامی صنعت و حرفت** کو فروغ ملا۔
- عام لوگوں کو **کچھ نہ کچھ کرنے کا موقع** ملا، یوں بیروزگاری کم ہوئی۔
- اس نظام نے لوگوں کے **سماجی روابط کو مضبوط** کیا، جس سے مقامی مسائل حل ہونے میں بڑی سہولت ملی۔
- سب سے بڑھ کر لوگ **حلال آمدنی** کے باعث مطمئن، پرسکون اور خوش نظر آئے۔

اسی لیے دینِ اسلام میں شہداء کے بعد **سب سے بلند اور معتبر مقام** ایک سچے، دیانتدار تاجر کو دیا گیا ہے۔ تاجر کو یہ مقام اسی لیے ملتا ہے کہ وہ معاشرے کے پہلے دو بنیادی اور پاکیزہ اداروں — **مسجد اور مدرسہ** — کے اوصاف کو اپنے اندر جمع کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ **درست، شفاف اور مضبوط معیشت** ہی انسان کو حقیقی طور پر آزاد اور بااختیار بناتی ہے۔ اس کے برعکس نوکری پیشہ افراد اکثر اوقات تہذیب یافتہ غلام بن کر رہ جاتے ہیں۔ انہیں لوہے کی زنجیروں سے نہیں بلکہ **مخصوص تعلیمی ڈگریوں اور پیشہ ورانہ پابندیوں** سے جکڑ دیا جاتا ہے، اور یوں وہ نہ آزاد سوچ رکھتے ہیں نہ خود مختار فکر کے مالک ہوتے ہیں۔

ارشد نعیم چوہدری کویت

تاریخ 2025/11/18